میراجی اور ذخیرۂ نقوش

ڈاکٹر محمد سعید، ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ اُردو، جی سی یونیورسٹی، لاہور

Abstract

Meeraji (Sanaullah Sani Dar, May 25, 1912 - November 3, 1949) is one of the founders of modern Urdu poetry. Having no physical attachment or mental tendency with "Naqoosh" a popular journal of that time, his poetry and letters were published in it. Likewise some articles by different authors about Meeraji were also published in "Naqoosh". This article deals with five verses and one lyric of Meeraji which came out of this material presented in the file of this journal. "Kulyat-e-Meeraji" by Dr. Jameel Jalabi lakes this poetry. Besides this three unpublished letters by Meeraji also presented in this articles driven from Naqoosh Collection.

جدید اُردو شاعری کے بانیوں میں میراجی (۲۵ مئی ۱۹۱۲ء۔ ۳ نومبر ۱۹۴۹ء) ممتاز مقام کے حامل ہیں۔ جدید نظم کا انتہائی اونچا معیار بھی وہی قرار پاتے ہیں۔ رسالہ نقوش میں ان کی بس دو ایک نظمیں اور غزلیں ہی شائع ہوسکیں کیونکہ نقوش کے آغاز کے کچھ ہی عرصے بعد میراجی کا انتقال ہوگیا تھا۔ ہاجرہ مسرور (۱۷ جنوری ۱۹۳۰ء۔ ۱۵ ستمبر ۲۰۱۲ء) اور احمد ندیم قاسمی (۲۰ نومبر ۱۹۱۶ء۔ ۱۰ جولائی ۲۰۰۶ء) کی ادارت میں مارچ ۱۹۴۸ء میں نقوش کا پہلا شمارہ شائع ہوا اور میراجی ۳۔ نومبر ۱۹۴۹ء کو بمبئی میں فوت ہوئے۔ نقوش کے آغاز کے زمانے میں ویسے بھی میراجی بمبئی میں اپنی بیماری سمیت اپنے رسالے خیال کے ساتھ جیسے تیسے نباہ کر رہے تھے۔ نقوش سے جیسی وابستگی ان کے معاصر شعرا کو میسر آئی ویسا ان کو موقع نہیں ملا۔ فکری حوالے سے بھی نقوش اور اس کے تمام مدیران سے میراجی کی کوئی گہری ذہنی یا نظریاتی مناسبت نہیں تھی۔ اس کے باوجود نقوش سے ان کے تعلق کے متعدد حوالے بنتے ہیں، جن کو اس مضمون میں موضوع بحث بنانا مقصود ہے۔

نقوش میں پہلے پہل میراجی کی ایک غزل شمارہ نمبر ۵ اور ایک گیت شمارہ نمبر ۶ میں نظر آتے ہیں۔ جس وقت ہاجرہ مسرور اور احمد ندیم قاسمی نقوش کے مدیر تھے، میراجی کی زندگی میں نقوش سے ان کے تعلق کا صرف یہی حوالہ ہے۔ اس کے بعد وقار عظیم (۱۵۔ اگست ۱۹۱۰ء۔ ۱۷ نومبر ۱۹۷۶ء) کی ادارت میں شائع ہوانے والے نقوش کے شمارہ نمبر ۱۴ میں مظہر ممتاز کا میراجی کے بارے میں مضمون ہے اور شمارہ نمبر ۱۵۔۱۶ کے گوشۂ میراجی میں شوکت تھانوی (۳ فروری ۱۹۰۴ء۔ ۴ مئی ۱۹۶۳ء) اور اخلاق احمد کے میراجی کے بارے میں دو مضامین اور نظموں

کے تحت میراجی کی ایک نظم شامل ہے۔

نقوش کے شمارہ ۱۹۔۲۰ سے اس کی ادارت خود محمد طفیل (۱۴۔اگست ۱۹۲۳ء۔۵ جولائی ۱۹۸۶ء) نے سنبھال لی تھی۔لہٰذا نقوش کے اس تیسرے دور میں میراجی کی وفات کے تین سال بعد نومبر،دسمبر ۱۹۵۲ء کے شمارہ نمبر ۲۷۔۲۸ میں پھر گوشۂ میراجی بنایا گیا جس میں میراجی کے بارے میں قدرت اللہ شہاب (۱۹۱۷ء۔ ۱۹۸۶ء) کا ایک مضمون اور اختر الایمان (۱۹۱۵ء۱۹۹۵ء) کا، قیوم نظر (۳ مارچ ۱۹۱۴ء۔۱۹۸۹ء) کے نام طویل خط اور میراجی کا ایک گیت شامل ہے جو اس سے پہلے شمارہ ۶ میں شائع ہوا تھا۔نقوش کے غزل نمبر میں میراجی کی دو غزلیں شائع ہوئی ان میں سے ایک وہی ہے جو پہلی بار شمارہ ۵ میں شائع ہوئی تھی۔شمارہ نمبر ۶ میں شائع ہونے والا گیت نقوش کے ادب عالیہ نمبر میں تیسری بار شائع ہوا۔نقوش کا شخصیات نمبر (حصہ اوّل) جنوری ۱۹۵۵ء میں شائع ہوا۔اس میں میراجی کے بارے میں محمود نظامی (۱۹۱۱ء۔۱۹۶۰ء) کا مضمون ہے۔ان کے علاوہ مکاتیب نمبر کی دوسری جلد میں میراجی کے دو خط ہیں اور پھر خطوط نمبر کی دوسری جلد میں ۱۹ خط ہیں۔میراجی یا ان کے بارے میں یہ کل سرمایہ علمی ہے جو نقوش کے تینوں ادوار کے مختلف شماروں میں شائع ہوا۔ادارہ نقوش نے اپنے تمام نوادرات جی سی یونیورسٹی لاہور کو عطیہ کر دیے ہیں جن میں ہزاروں خطوط اور سینکڑوں مسودات شامل ہیں۔جی یونیورسٹی لائبریری کے ذخیرہ نقوش میں میراجی کے تین غیر مطبوعہ خطوط بھی موجود ہیں جن کا متن اگلے صفحات میں پیش کیا جا رہا ہے۔میراجی اور ذخیرہ نقوش کے تعلق کے یہ چند حوالے ہیں اب جن کی کچھ تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

نقوش میں میراجی کی دو غزلیں شائع ہوئیں۔پہلی شمارہ نمبر ۵ میں ہے جب ہاجرہ مسرور اور احمد ندیم قاسمی نقوش کے مدیر تھے۔اس غزل کا مطلع یہ ہے:

؎ غم کے بھروسے کیا کچھ چھوڑا،کیا اب تم سے بیان کریں غم بھی راس نہ آیا دل کو اَور ہی کُچھ سامان کریں

یہ غزل غالباً احمد ندیم قاسمی نے براہ راست یا پھر اختر الایمان کے ذریعے سے میراجی سے منگوائی ہوگی کیونکہ ان دنوں میراجی بمبئی میں اختر الایمان کے گھر میں رہتے تھے اور ان کی معاونت سے رسالہ خیال نکالتے تھے۔

یہ غزل میراجی کے اپنے رسالے خیال (بمبئی) میں بھی شائع ہوئی۔خیال والی اشاعت تو اس وقت سامنے نہیں ہے البتہ ڈاکٹر جمیل جالبی (۱۲ جون ۱۹۲۹ء) کی مرتبہ کلیات میرا جی میں یہ غزل خیال بمبئی کے حوالے سے شامل ہے۔نقوش اور کلیات کے متن سے مقابلہ کریں تو دو تبدیلیاں نظر آتی ہیں۔ نقوش میں اس غزل کا چوتھا شعر اس طرح ہے:

؎ ایک ٹھکانا آگے آگے، پیچھے پیچھے مسافر ہے چلتے چلتے سانس جو ٹوٹے منزل کا عنوان کریں

کلیات میرا جی میں اس شعر کا قافیہ ''اعلان'' ہے اور یہ ترمیم خود میراجی کی معلوم ہوتی ہے۔اس ترمیم سے شعر کا مفہوم مزید روشن ہو جاتا ہے۔اس غزل میں دوسری ترمیم یہ ہے کہ نقوش میں اس غزل کے سات

شعر ہیں جبکہ کلیات میں پانچ ہیں۔ نقوش کی اشاعت کی نسبت درج ذیل دو شعر کلیات سے حذف ہیں:

مجبوروں کی مختاروں سے دُوری اچھی ہوتی ہے مل بیٹھیں ، تو مبادا دونوں ، باہم کچھ احسان کریں

دستِ مزد میں خشتِ رنگیں اس کا اشارہ کرتی ہے ایک ہی نعرہ کافی ہے بربادیٔ ہر ایوان کریں

نقوش میں اس غزل کے پانچویں اور چھٹے شعر کے طور پر یہ دونوں شعر شامل ہیں۔ یہ دو شعر بھی میراجی نے خود حذف کیے ہیں۔اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ میراجی نے سات شعروں کی غزل مکمل کی اور نقوش کو بھجوادی اس کے بعد اس کو اپنے رسالے خیال میں شائع کرتے ہوئے اس پر مزید نظر ثانی کی چوتھے شعر کا قافیہ بدل دیا اور یہ دو شعر کمزور سمجھ کر حذف کر دیے۔اب دیکھتے ہیں کہ میراجی نے ان کو کیوں حذف کیا۔ان میں سے پہلے شعر میں تو یہ سقم ہے کہ اس کے پہلے مصرعے میں جو فیصلہ دیا ہے اس کا سبب یا نتیجہ دوسرے مصرعے میں واضح نہیں ہو سکا۔مثلاً میراجی کہنا یہ چاہتے تھے کہ ایک مجبور اور ضرورت مند شخص کو چاہیے کہ وہ مختار اور صاحبِ حیثیت سے دُور رہے کیونکہ اگر مجبور آدمی کسی مختار کے پاس بیٹھے گا تو اپنی مجبوری معذوری کو بیان کیے بغیر نہیں رہ سکے گا۔اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مختار اس کی مدد کر کے اس پر احسان کرے گا۔اس طرح مجبور کو محض مختار کے پاس بیٹھنے کی وجہ سے اس کا ممنون ہونا پڑے گا جس سے اس کی خودداری پر حرف آئے گا۔اب اس مفہوم کے پیشِ نظر اس شعر میں ایک سقم تو یہ در آیا کہ ''احسان'' کے قافیے نے پابند کر دیا ورنہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مجبور کی مجبوری سن کر مختار اسے نظر انداز کر دے یا انکار کی ذلت سے دوچار کر دے کیونکہ ضروری نہیں کہ وہ احسان ہی کرے گا۔اس شعر میں دوسرا سقم لفظ ''باہم'' سے یہ آ گیا کہ میراجی کہنا تو یہ چاہتے ہیں کہ مجبور کو چاہیے کہ مختار سے دور رہے مبادا اس کا احسان نہ لینا پڑے لیکن لفظ ''باہم'' نے اس مصرعے کا مفہوم یہ بنا دیا کہ دونوں ایک دوسرے سے دور رہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ دونوں ایک دوسرے پر احسان کریں۔یہ ممکن تو ہو سکتا ہے کہ کسی مختار کو مجبور کا احسان لینا پڑ جائے لیکن پہلے مصرعے میں چونکہ دونوں کو ایک دوسرے سے دور رہنے کے لیے نہیں بلکہ صرف مجبور کو مختار سے دور رہنے کے لیے کہا گیا ہے اس لیے اس صورت میں ''باہم نے وہ معنی پیدا نہیں ہونے دیے جو میراجی کی مراد تھی۔

اسی غزل کے حذف شدہ دوسرے شعر کا مفہوم یہ ہے کہ مزدور کے ہاتھ میں رنگین اینٹ دیکھ کر اس کے تیور کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ بس اب وہ ایک نعرہ لگائے گا اور سامراج کے ایوان کو برباد کر کے رکھ دے گا۔ یہ خالص ترقی پسند نظریہ ہے جس کو میراجی نے کبھی اپنی شناخت نہیں بننے دیا۔ بلکہ ایسی نعرہ بازی اور انقلابیت سے وہ ہمیشہ دور رہے۔غرض یہ کہ نقوش کو تو وہ یہ غزل بھجوا چکے تھے لیکن جب خیال میں شائع کرنے لگے تو اس پر نظر ثانی کرتے ہوئے انھوں نے مذکورہ دونوں شعر حذف کر دیے۔میراجی کی یہ غزل اُن کے کسی مجموعے میں شامل نہیں ہے یہ اُن کے اپنے انتخاب میں آئی نہ کسی دوسرے کے۔اب یہ صرف کلیات میراجی میں شامل ہے اور نقوش کی اشاعت کے پیشِ نظر میراجی کے قلم زد دو شعر کلیات میں بھی نہیں ہیں،اور پہلی بار سامنے آ رہے ہیں۔

نقوش کے غزل نمبر میں شامل میراجی کی دوسری غزل کا مطلع ہے:

ہنسو تو ساتھ ہنسے گی دُنیا، بیٹھ اکیلے رونا ہو گا چپکے چپکے بہا کر آنسو، دل کے دکھ کو دھونا ہو گا

نقوش کی اشاعت میں اس غزل کے صرف پانچ شعر ہیں جبکہ کلیات میرا جی میں اس کے نو شعر ہیں۔کلیات کی نسبت نقوش میں پہلے دو شعروں کے بعد دو شعر حذف ہیں اور پھر مقطع سے پہلے والے دو شعر حذف ہیں۔کلیات میں یہ غزل رسالہ نیا دور کراچی کے حوالے سے درج ہے۔اس کے علاوہ اختر الایمان کے سہ آتشہ میں اس کے پورے نو شعر ہیں۔لگتا ہے نقوش کے مدیر نے نیا دور ہی سے لی مگر اپنے ادارتی اختیارات کے تحت اس کے چار شعر حذف کر دیے۔اس کا ایک مصرع نقوش میں یوں ہے:

بہتے بہتے کام نہ آئے لاکھوں بھنور طوفانی ساگر

جبکہ کلیات اور سہ آتشہ میں ''لاکھ'' ہے۔مختار صدیقی (یکم مارچ ۱۹۱۷ء۔۱۸ ستمبر ۱۹۷۲ء) کے بقول میراجی نے اپنا مجموعہ تین رنگ ۱۹۴۶ء کے اوائل میں ترتیب دیا تھا۔(۱) یہ واحد مجموعہ ہے جس میں میراجی نے اپنی چند منتخب غزلیں بھی شامل کی ہیں۔ نقوش میں شامل زیر بحث دونوں غزلیں اہم ہیں مگر میراجی کے نظر انتخاب میں اس لیے نہیں آئی ہوں گی کہ یہ بمبئی کی یادگار ہیں اور اُن دنوں انھوں نے صرف اپنا مجموعہ پابند نظمیں ہی مرتب کیا تھا جس میں کوئی غزل شامل نہیں ورنہ یہ بھی ضرور ان کے کسی مجموعے میں شامل ہوتی تھیں۔

ان دو غزلوں کے علاوہ میراجی کا ایک گیت بھی نقوش میں شائع ہوا۔یہ گیت ان کے مجموعوں میں بھی شامل ہیں اور کلیات میں بھی موجود ہیں اور اس میں کسی طرح کا متنی اختلاف نہیں ہے۔میراجی کی ایک نظم ''چنچل بیٹی شیطان کی'' بھی نقوش میں شائع ہوئی اور اس پر مدیر کی طرف سے یہ نوٹ بھی شامل ہے:

> ''میراجی کو لوگ بالعموم آزاد اور مبہم نظموں کے شاعر کی حیثیت سے جانتے ہیں۔حالانکہ اس نے ایک زمانے میں پابند اور عام فہم نظمیں بھی لکھی ہیں۔میراجی کا خیال تھا کہ وہ اپنی ایسی نظموں کو ایک الگ مجموعے کی صورت میں شائع کرے۔چنانچہ اس نے اس مقصد کے لیے اپنی ایسی نظموں کو مرتب بھی کیا۔لیکن کچھ اس کی روائتی تساہل پسندی اور کچھ اس کی بے وقت موت نے اس کو ایسا کرنے سے باز رکھا اور وہ مجموعہ جس کا نام اس نے ''پابند نظمیں'' رکھا تھا آج تک شائع نہ ہو سکا۔یہ غیر مطبوعہ نظم ہم اس کے اسی مجموعے سے نقل کر کے اس کی پہلی برسی کے موقع پر چھاپ رہے ہیں۔یہ نظم ہمیں حلقہ اربابِ ذوق کی وساطت سے ملی ہے''۔ ۲

میراجی کا یہ مجموعہ تین رنگ کی طرح مختار صدیقی ہی کے پاس تھا اور اُنھوں نے ہی راولپنڈی سے ۱۹۶۸ء میں اسے شائع کیا۔اس میں شامل نظم نقوش کے متن کے مطابق ہے اس میں کسی طرح کا ترمیم و اضافہ نہیں ہے۔

نقوش میں میراجی کے ۲۰ (۳) خطوط شائع ہوئے۔مکاتیب نمبر کی دوسری جلد میں میراجی کے دو خط ہیں۔پہلا مختار الدین احمد آرزو (۱۹۱۴ء۔۲۰۱۰ء) اور دوسرا قیوم نظر کے نام ہے۔پھر خطوط نمبر کی دوسری جلد میں ۱۷

خطوط قیوم نظر کے نام ہیں اور ایک الطاف گوہر (۱۷۔ مارچ ۱۹۲۳ء ۔۱۴نومبر ۲۰۰۰ء) کے نام اور ایک رقعہ ضیا جالندھری(۱۹۲۳ء۔۲۰۱۳ء) کی طرف سے قیوم نظر کے نام ہے۔اس طرح نقوش میں میراجی کے قیوم نظر کے نام اٹھارہ خط شائع ہوئے (۴)الطاف گوہر نے اپنے اور قیوم نظر کے نام خطوط پر تعارف لکھا جو حلقہ اربابِ ذوق کے رسالے نئی تحریریں کے چوتھے شمارے میں شائع ہوا۔ڈاکٹر جمیل جالبی کی مرتبہ کتاب میرا جی ایک مطالعہ میں بھی یہ مضمون اور خطوط شامل ہیں لیکن اس میں مختارالدین آرزو اور الطاف گوہر کے نام میراجی کے خط شامل نہیں ہیں۔

یہ خطوط میراجی کی زندگی کے خوبصورت مرقعے ہیں۔اُن کی سوانح،شخصیت اور علمی وادبی سرگرمیوں کے بہت سے اور بڑے واضح مناظر پیش کرتے ہیں۔ابھی تک میراجی کے خطوط کا کوئی مجموعہ سامنے نہیں آیا۔اس لیے ان خطوط کی اہمیت اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے کہ انھیں پیش نظر رکھتے ہوئے میراجی کے مزید خطوط کی تحقیق و تلاش بھی کی جا سکتی ہے۔

نقوش میں چھپنے والے میراجی کے خطوط میں سے الطاف گوہر کے نام ایک ہی خط ہے جو ۷۔اکتوبر ۱۹۴۲ء(۵) کا ہے اور یہ سب سے طویل ہے۔اس خط میں میراجی نے اپنے تین گیت بھی لکھ کر بھیجے جو خط کے متن کا حِصّہ ہیں۔ان دنوں میراجی آل انڈیا ریڈیو میں ملازمت کی غرض سے مستقل دہلی جا چکے تھے اور ریڈیو میں ابھی متفرق کام کر رہے تھے۔یہ دوسری عالمی جنگ کا زمانہ ہے۔اس خط میں شامل تین گیتوں میں سے پہلا فوجیوں کے لیے لکھا گیا گیت ہے جو ریڈیو پر پیش ہوا۔خط میں یہ گیت درج کرنے سے پہلے میراجی لکھتے ہیں:

> ’’فوجی پروگرام کے علاج کے لیے علامات کی ضرورت ہے جب بھی موقع بنے گا دکھا دیا جائے کہ لاہور سے آنے والے دماغ سپاہیوں کی تفریح کے لیے ہوائی لہروں میں کیا کچھ تموّج برپا کر سکتے ہیں۔پہلے پروگرام کے لیے ایک گیت لکھا تھا۔مارچنگ سونگ ہے‘‘۔(۶)

میراجی کے دوست محمود نظامی جو ریڈیو اسٹیشن لاہور سے وابستہ تھے وہ لاہور سے آل انڈیا ریڈیو دہلی ایک فوجی پروگرام کرنے کے لیے بلا لیے گئے تھے اور وہ جاتے ہوئے میراجی کو ساتھ لے گئے تھے۔اس طرح کسی فوجی پروگرام کے لیے لکھا گیا میراجی کا یہ پہلا گیت ہے جو الطاف گوہر کے نام میراجی کے خط میں شامل ہے۔یہاں اس گیت کا مکمل متن نقل کیا جاتا ہے:

مکھتال:	جم جم کے بڑھاؤ قدم آگے ____	دشمن بھاگے
ایک آواز:	گھمسان کے رن میں جان لڑے
دوسری آواز:	جو بیر بڑھے	تیسری آواز:	وہ ایسے اڑے
پہلی آواز:	جیسے پربت جو ہٹے نہ گرے	دوسری آواز:	پیچھے نہ پھرے
مکھتال:	جم جم کے بڑھاؤ قدم آگے ____	دشمن بھاگے

ایک آواز: گر سامنے کوئی آئے گا — وہ آ کر مُنہ کی کھائے گا
ہم ایک ہی ہلّہ بولیں گے — پھر کیسے جان بچائے گا
دوسری آواز (تحت اللفظ): ________ وہ لَوٹ کے گھر نہیں جائے گا
مکھتال: جم جم کے بڑھاؤ قدم آگے ____ دشمن بھاگے
ایک اور آواز: ہم اپنے وطن کے سپاہی ہیں — ظالم کے رُخ پہ سیاہی ہیں
وہ باتیں ہونے نہ دیں گے ہم — جو اس کے دل نے چاہی ہیں
دوسری آواز (تحت اللفظ): ________ دشمن کے حق میں تباہی ہیں
مکھتال: جم جم کے بڑھاؤ قدم آگے ____ دشمن بھاگے؛
ایک اور آواز: ہم جیتے ہیں جب تک آن رہے — اور اپنے وطن کی شان رہے
ہم جوہر اپنے دکھا دیں گے — دشمن من مانی ٹھان رہے
دوسری آواز (تحت اللفظ): ________ جانباز ہیں جب تک جان رہے!
جم جم کے بڑھاؤ قدم آگے ____ دشمن بھاگے (Fade out)

میراجی کا یہ گیت اُن کے کسی مجموعے میں شامل نہیں ہے۔ڈاکٹر جمیل کی مرتبہ **کلیات میرا جی** میں بھی شامل نہیں ہے۔میراجی کے کسی مجموعے میں اس کے شامل نہ ہونے کا تو یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ یہ اُن کی نظرِ انتخاب میں نہ آیا ہو۔کیونکہ یہ گیت ۱۹۴۲ء میں لکھا گیا اور ۱۹۴۳ء میں میراجی کے گیتوں کا پہلا مجموعہ **میرا جی کے گیت** (۷) شائع ہوا یہ اُن کا انتخاب تھا۔وہ پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

''نظموں کے علاوہ آج تک میں نے تقریباً سو گیت لکھے تھے اور کتابی اشاعت کے نقطۂ نظر سے ان میں سے ستر کے قریب چُنے۔اس ابتدائی انتخاب کا جائزہ قیوم نظر نے لیا۔یوں اب اس مجموعے میں پچاس گیت ہیں۔۔۔۔کچھ گیت مختلف رسائل میں شائع ہو چکے ہیں، کچھ ریڈیو پر نشر ہوئے اور کچھ پہلی بار ترجمانی کے لیے پیش کئے جا رہے ہیں''۔۸

مذکورہ ''مارچنگ سونگ'' اس میں تو ہو بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ ۱۹۴۲ء میں دہلی جانے سے پہلے میراجی اپنے گیتوں کا یہ پہلا مجموعہ مکمل کر کے پبلشر کو دے گئے تھے۔لیکن میراجی کا یہ مارچنگ سونگ اس سے اگلے سال شائع ہونے والے مجموعے **گیت ہی گیت** میں بھی شامل نہیں ہے۔اصولاً اسے **کلیات میرا جی** میں شامل ہونا چاہیے تھا کیونکہ ڈاکٹر جمیل جالبی نے مجموعوں کے علاوہ رسائل و جرائد سے بھی میراجی کا کلام تلاش کر کے جمع کیا ہے لیکن یہ گیت کلیات کی زینت بھی نہیں بن سکا۔اس کی وجہ یہ رہی ہوگی کہ اگر یہ رسالے میں شائع بھی ہوا تو وہ اشاعت جالبی صاحب کو میسر نہ آسکی ہوگی۔اس صورت میں اس گیت کا دوسرا ماخذ الطاف گوہر کے نام میراجی کا مذکورہ خط ہے لیکن یہ خط صرف **نقوش** کے خطوط نمبر کی دوسری جلد میں ہے حالانکہ ڈاکٹر جمیل جالبی کی مرتبہ کتاب

میرا جی : ایک مطالعہ میں قیوم نظر کے نام میرا جی کے سارے خطوط شامل ہیں اور الطاف گوہر کا ان خطوط کے بارے میں تعارفی مضمون بھی شامل ہے لیکن خود الطاف گوہر کے نام یہ خط نہیں ہے۔ اس کی وجہ شاید یہ رہی ہو کہ الطاف گوہر نے میرا جی کے خطوط کے بارے میں جو تعارفی مضمون لکھا ہے، اپنے نام میرا جی کے خط کا بیشتر حِصّہ اس میں آ گیا ہے حتیٰ کہ میرا جی کے دو مکمل گیت بھی۔ شاید اس وجہ سے انھوں نے خط کو الگ سے شامل نہ کیا ہو گا لیکن یہ مارچنگ سونگ اور اس سے متعلقہ عبارت چونکہ اس مضمون میں بھی نہیں ہے جس وجہ سے یہ گیت کلیات میرا جی میں بھی شامل نہیں ہوا۔ اب اگر یہ گیت کسی رسالے میں شائع نہیں ہوا تو اس صورت میں ،میرا جی کے اس غیر مدوّن پہلے مارچنگ سونگ کا واحد ماخذ رسالہ نقوش ہی رہ جاتا ہے۔ اب تک میرا جی کا ایک ہی فوجی گیت معلوم تھا جو ''مبارک بادیاں'' کے نام سے شعر و حکمت (۱۹۸۷ء) میں شائع ہوا تھا۔ اور کلیات میرا جی میں بھی شامل ہے۔ نقوش کے ذریعے اس نوعیت کے اب میرا جی کے دو گیت ہو جاتے ہیں۔

الطاف گوہر کے نام میرا جی کے مذکورہ خط میں اس مارچنگ سونگ کے علاوہ جو دو گیت ہیں وہ میرا جی کے مجموعے گیت ہی گیت میں شامل ہیں۔ ان میں سے ایک ''جب جانیں، جب آؤ'' اور دوسرا ''جیون چورا نوکھا پیارے'' ہے۔ نقوش میں شامل خط میں موجود متن اور مجموعے میں ان گیتوں کے متن میں معمولی فرق ہے۔ مثلاً نقوش میں ''ہم جانیں جب آؤ پیتم پاس ہمارے'' اور ''جیون چورا نوکھا'' کی تکرار زیادہ ہے جبکہ گیت ہی گیت میں ان کی تکرار کم ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے گیت کا ایک مصرع مجموعے میں اس طرح ہے:

''سانس رُکا تو دوا کھلے گا''

کلیاتِ میرا جی میں بھی ''دوا'' ہی ہے جبکہ نقوش میں اس طرح ہے: سانس رُکا تو دوار کھلے گا''

ظاہر ہے گیت ہی گیت میں یہ کتابت کی غلطی ہے جس کی تصحیح کلیات میں بھی نہیں جا سکی۔ اسی طرح اس گیت میں آگے دو ایک مصرعے مجموعے اور کلیات میں اس طرح ہیں:

''جب اپنے دل کو دھرلے گا
تو دے گا
آئے جو آئے دئے سے دھوکا''

جبکہ نقوش میں درمیان کا مصرع اس طرح ہے:

''تُو بولے''

قیوم نظر کے نام ۲۹۔ دسمبر ۱۹۴۴ء کے خط میں میرا جی نے اپنی غزلوں کے کچھ اشعار درج کرتے ہوئے لکھا: ''پچھلے دنوں غزلوں کی طرف رجحان ہو گیا۔ دو چار غزلیں لکھیں۔ ایک کے دو شعر سنو''۔ اس کے بعد ایک غزل کے

چار شعر لکھے ہیں جن میں سے پہلے دو اس طرح ہیں:

پہلے بھی مصیبتیں تو آئیں		پر اب کے کمال ہو گیا ہے
اپنی تو وہ دل لگی تھی ان کو		کچھ اور [ہی] خیال ہو گیا ہے

یہ غزل میراجی کے انتخاب تین رنگ میں نہیں آئی تھی البتہ کلیات میرا جی میں یہ نیا دور کے حوالے سے درج ہے۔اس کے مطابق ان میں سے پہلے شعر کے پہلے مصرعے میں ''تو'' کی جگہ ''کچھ'' ہے اور یہ غزل کا آخری شعر ہے جبکہ دوسرا شعر غالباً خود ہی میراجی نے قلم زد کر دیا کیونکہ یہ کلیات میں نہیں ہے۔ قیوم نظر کے نام مذکورہ خط میں آگے چل کر میراجی لکھتے ہیں: ''اور کیا لکھوں۔جگہ باقی ہے اس لیے ایک اور غزل کے دو شعر:

گیسوئے عکسِ شبِ فرقت پریشان اب بھی ہیں
ہم بھی تو دیکھیں کہ یوں کیسے سحر ہو جائے گی

دوسرا شعر یاد نہیں آرہا اس لیے ایک اور غزل کا ایک شعر ہے:

ہم تو کچھ اور تھے مگر تو نے		اور ہی کچھ بنا دیا ہم کو!!''

ان میں سے پہلی غزل بھی اُن کے کسی انتخاب میں نہیں آئی البتہ کلیات میرا جی میں رسالہ شعر و حکمت کے حوالے سے درج ہے اور اس کے مطابق دوسرے مصرعے میں ''کیسے'' کی بجائے ''کیوں کر'' چھپا ہے۔اگلی غزل کا مذکورہ شعر کسی مجموعے یا انتخاب یا کلیات میں نہیں گویا یہ غیر مدوّن ہے اور چونکہ اس کے بارے میں کہا کہ ''ایک اور غزل کا ایک شعر'' اس سے خیال پختہ ہوتا ہے کہ یہ پوری غزل ہو گی جو شاید کسی رسالے میں آ گئی ہو ورنہ گم شدہ غزل ہی قرار پائے گی۔ قیوم نظر کے نام ۲۴۔دسمبر ۱۹۴۶ء کے خط کے آخر میں میراجی لکھتے ہیں:

اور فی الحال کیا لکھوں سوائے بسنت سہائے کے اس شعر کے کہ:

عمر اس سوچ میں تمام ہوئی		کیا ہوا اور ہائے کیا نہ ہوا

یہ شعر بھی غزل ہی کا معلوم ہوتا ہے اور ان دنوں غزلوں کی طرف ان کا رجحان بھی تھا بسنت سہائے ان کا پرانا قلمی نام ہے جو شروع سے تقریباً ۱۹۴۰ء تک ادبی دنیا کے بعض مضامین میں لکھتے رہے۔یہ شعر بھی اُن کے کسی مجموعے،انتخاب یا کلیات میں نہیں ہے۔اس طرح رسالہ نقوش کے ذریعے میراجی کی مختلف غزلوں کے پانچ متفرق شعر ایسے سامنے آتے ہیں جو غیر مدوّن کا درجہ رکھتے ہیں اور کلیات میرا جی میں شامل نہیں ہیں۔

اب میراجی کے تین غیر مطبوعہ خطوط پیش کیے جاتے ہیں جو اختر انصاری کے نام ہیں۔ان میں سے پہلے دو لاہور کے زمانے کے اور ادبی دنیا کے لیٹر پیڈ پر لکھے گئے ہیں اور ایک آل انڈیا ریڈیو دہلی کے

زمانے کا خط ہے۔ محمد طفیل نے نقوش کے مکاتیب نمبر اور خطوط نمبر کے لیے جن احباب سے ادیبوں کے خطوط منگوائے تھے ان میں اختر انصاری کا نام بھی شامل ہے جنھوں نے اپنے نام آنے والے ادیبوں کے خطوط محمد طفیل کو دیے تھے۔ ان میں سے بیشتر شائع ہو گئے تھے لیکن میرا جی کے یہ تین خط تا حال غیر مطبوعہ ہیں۔ میرا جی کے یہ اصل خط نقوش ریسرچ سنٹر جی سی یونیورسٹی لاہور میں محفوظ ہیں۔ اب اگلے صفحات میں ان کا متن پہلی بار پیش کیا جا رہا ہے:

(۱)

THE ADABI DUNYA

INDIA'S PREMIER URDU MONTHLY.

THE MALL

Lahore ۲۲/۸/۴۰

مکرمی!

تسلیم۔ افسانہ ''سید صاحب'' موصول ہوا۔ شکریہ۔ یہ افسانہ ستمبر کے شمارے میں شائع ہوگا۔

''اندھی دُنیا'' کاریویو اگست کے شمارے میں شائع ہوا ہے اُمید کہ پرچہ پہنچ چکا ہوگا۔ ہاں، اور سالنامے کے لیے آپ کون سا افسانہ عنایت کر رہے ہیں۔ کوئی خدمت؟

میراجی

[مکرمی اختر انصاری (بی اے آنرز)
احاطہ اوُدے بیر سنگھ، علی گڑھ]

(۲)

THE ADABI DUNYA

INDIA'S PREMIER URDU MONTHLY.

THE MALL

Lahore ۲۱/۱۱/۴۱

مکرمی!

تسلیم۔ میں نے منیجر سے کہہ دیا تھا اُمید کہ آپ کو گمشدہ پرچے اُس نے روانہ کر دیے ہوں گے۔

ہاں، سالنامہ سر پر آن پہنچا۔ آپ کا افسانہ اگر جلد مل سکے تو خوب ہو۔ تاکہ دوسرے افسانوں کے دوش بدوش نہ صرف اپنی انفرادیت کو قائم کرے بلکہ سالنامے کے تنوع میں بھی معاون ہو۔

مولانا صلاح الدین ابھی بمبئی سے لوٹے نہیں ہیں، اس لیے ''نازو'' کا ریویو اُن کے آنے پر ہی ہوگا۔

دیر آید درست آید۔

آپ کے پچھلے ایک آدھ خط کا جواب نہ دے سکا اس کے لیے معذرت اب کیا طلب کروں۔ اتنا لکھنا ہی کافی ہوگا کہ ___ تو اے کبوترِ بام حرم۔

آپ نے ''آ بگینے'' کی تنقید کو پسند کیا اس سے خوشی ہوئی۔ اگرچہ مجھے تنقید کے سلسلے میں اپنے متعلق کوئی خوش فہمی نہیں ہے۔

اُمید کہ آپ خیریت سے ہوں گے اور اپنی پہلی فرصت میں توجہ فرمائیں گے کہ وقت کم ہے۔

میراجی

[اختر انصاری]

(۳)

آل انڈیا ریڈیو دہلی

۸۔۱۔۴۳

محترمی اختر انصاری!

تسلیم۔ میراجی آپ کو یاد ہوگا۔ وہی ''ادبی دنیا'' والا ___ آج کل یعنی ایک سال سے دلی ریڈیو میں ملازم ہے، اس ایک سال میں کئی بار علی گڑھ آنے کا ارادہ کیا مگر جب پورا ہو جبھی جانیں کہ پورا ہوا۔

اس وقت ایک کام پڑا تو آپ ہی یاد آئے اور وہ بھی اس لیے خصوصاً کہ احاطہ اوٗ دے بیر سنگھ کی نسبت سے۔

یہاں ہمارے ایک دوست ہیں اسلام الدین۔ اُن کے ایک رشتہ دار ذوالفقار علی عرف پیارے میاں کوٹھی نمبر ۳، احاطہ مذکورہ میں رہتے ہیں (بلکہ تھے) کیونکہ کافی عرصے سے انُھوں نے اپنے متعلقین کو کوئی خبر نہیں بھیجی۔ آپ اگر تکلیف کر کے اُن کے حافظے کو برانگیختہ کر دیں یا اُن کے بارے میں مجھے لکھ دیں تو ___ اُمید کہ ایک نہ ایک دن میں علی گڑھ آؤں گا اور پھر باتیں ہوں گی۔ اس وقت صرف شکریہ۔

میراجی

آل انڈیا ریڈیو، نئی دہلی

[محترمی اختر انصاری

احاطہ اوٗ دے بیر سنگھ، علی گڑھ]

حواشی:

۱۔ مختار صدیقی لکھتے ہیں: ''برسوں پرانی یادوں کے دھندلکوں کو ٹٹولتا ہوں تو یاد پڑتا ہے کہ یہ مجموعہ انھوں نے دِلّی کے قیام کے آواخر میں ترتیب دیا تھا۔ (تین رنگ، از میراجی، مرتبہ: مختار صدیقی، راولپنڈی: کتاب نما ۱۹۶۸ء، ص: ۹)

۲۔ ادارہ، نقوش (سالنامہ)، شمارہ: ۱۵، ۱۶، (لاہور: دسمبر ۱۹۵۰ء)، ص: ۱۲۵

۳۔ نقوش میں میرا جی کے دو خطوط مکاتیب نمبر کی دوسری جلد میں ہیں جبکہ ۱۹ خطوط، خطوط نمبر کی دوسری جلد میں ظاہر ہو رہے ہیں۔ اس طرح یہ تعداد ۲۱ بنتی ہے جبکہ حقیقت میں خطوط نمبر کی دوسری جلد میں جو ۱۹ خطوط ظاہر ہیں، ان میں ایک رقعہ ضیا جالندھری کا قیوم نظر کے نام ہے اور اٹھارہ خطوط میرا جی کے قیوم نظر کے نام ہیں۔ چونکہ یہ سب قیوم نظر کے نام ہیں اس سے التباس پیدا ہو گیا اور نقوش کے اشاریے میں بھی جو سید جمیل رضوی نے مرتب کیا اور نقوش کے محمد طفیل نمبر کی دوسری جلد میں شامل ہے اُس میں بھی میرا جی کے ان خطوط کی تعداد ۱۹ ہی ظاہر کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر جمیل جالبی کی مرتبہ کتاب میرا جی ایک مطالعہ میں بھی قیوم نظر کے نام ۱۹ خطوط ہی بتائے گئے ہیں جبکہ خطوط کے متن میں ۱۸ قیوم نظر کے نام ہیں اور ایک وہی ضیا جالندھری کا رقعہ ہے۔

۴۔ قیوم نظر کے نام میرا جی کا ایک نامکمل خط حیدر آباد سے شعر و حکمت کے دور دوم کتاب اوّل (۱۹۸۷ء) میں شائع ہوا۔ گویا قیوم نظر کے نام میرا جی کے اب تک سامنے آنے والے ۱۹ خطوط ہیں اور یہ میرا جی کے وہ مکتوب الیہ قرار پاتے جن کے نام ان کے سب سے زیادہ خط ہیں۔

۵۔ نقوش میں شامل اس خط کے آخر میں یہی تاریخ درج ہے جبکہ الطاف گوہر نے اپنے مضمون ''میرا جی کے چند خطوط'' مشمولہ؛ میرا جی ایک مطالعہ (مرتبہ ڈاکٹر جمیل جالبی) میں اس خط کی تاریخ تحریر ۲۸۔ ستمبر ۱۹۴۲ درج کی ہے۔ اس طرح تعین نہیں ہو پاتا کہ اصل تاریخ کیا ہے۔

۶۔ میرا جی بنام الطاف گوہر، نقوش (خطوط نمبر)، شمارہ ۱۰۹، (لاہور:، اپریل، مئی ۱۹۶۸ء)، ص:۵۴۴

۷۔ میرا جی کے گیت مکتبہ اُردو لاہور سے اور میرا جی کی نظمیں اور گیت ہی گیت ساقی بک ڈپو دہلی سے شائع ہوئے ان تینوں مجموعوں پر سال اشاعت درج نہیں۔ ان کے دیباچوں میں بھی میرا جی نے کوئی تاریخ درج نہیں کی جبکہ ڈاکٹر جمیل جالبی نے ان میں سے پہلے کا سال اشاعت ۱۹۴۳ اور دوسرے دونوں مجموعوں کا ۱۹۴۴ء درج کیا ہے۔

۸۔ میرا جی، میرا جی کے گیت، (لاہور: مکتبہ اُردو، س ن) پیش لفظ، ص:۶

مآخذ:

۱۔ میرا جی، میرا جی کے گیت، لاہور: مکتبہ اُردو، س ن۔

۲۔ میرا جی، میرا جی کی نظمیں، دہلی: ساقی بک ڈپو، س ن۔

۳۔ میرا جی، گیت ہی گیت، دہلی: ساقی بک ڈپو، س ن۔

۴۔ جالبی، ڈاکٹر جمیل، مرتبہ؛ میرا جی ایک مطالعہ، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۰ء۔

۵۔ جالبی، ڈاکٹر جمیل، مرتبہ؛ کلیاتِ میرا جی، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۶ء۔

۶۔ میراجی، تین رنگ، مرتبہ؛ مختار صدیقی، راولپنڈی: کتاب نما ۱۹۶۸ء ۔

۷۔ شعر و حکمت (دورِ دوم، کتاب اوّل)، حیدر آباد: ۱۹۸۷ء۔

۸۔ نقوش، شمارہ: ۵، لاہور:

۹۔ نقوش، شمارہ: ۶، لاہور:

۱۰۔ نقوش، شمارہ: ۱۴، لاہور:

۱۱۔ نقوش (سالنامہ)، شمارہ: ۱۵، ۱۶، لاہور: دسمبر ۱۹۵۰ء۔

۱۲۔ نقوش، شمارہ: ۲۷۔۲۸، نومبر، دسمبر ۱۹۵۲ء۔

۱۳۔ نقوش (غزل نمبر)، شمارہ: ۴۱۔۴۲، مئی، جون ۱۹۵۴ء۔

۱۴۔ نقوش، شمارہ ۴۷، ۴۸، لاہور: جنوری ۱۹۵۵ء۔

۱۵۔ نقوش (مکاتیب نمبر جلد دوم)، شمارہ: ۵۶۔۶۶، نومبر ۱۹۵۷ء

۱۶۔ نقوش، شمارہ: ۱۰۹، لاہور: اپریل ۱۹۶۸ء

☆☆☆